اُردو ریسرچ جرنل "تشکیل" جلد:3، شمارہ:2(جولائی تا دسمبر 2025ء)
ISSN (Online): 3007-3294, ISSN (Print): 3007-3286, HEC Recognized Y-Category Journal

اعجاز احمد (اعجاز بابو خان)
لیکچرار اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج گلزارِ ہجری، کراچی
ڈاکٹر صدف تبسم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جامعہ کراچی

خیبر پختونخوا کی ادبی روایت میں اُردو خاکہ نگاری

Ajaz Ahmed (Ajaz Babu Khan)
Lecturer Urdu, Govt. Degree College Gulzar-e-Hijri, Karachi
Dr. Sadaf Tabassum
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Karachi

Urdu Sketch Writing in the Literary Tradition of Khyber Pakhtunkhwa

ABSTRACT

This article briefly reviews the origin, evolution and literary significance of Urdu Sketch Writing in Khyber Pakhtunkhwa (KPK). The province of KPK is of particular importance in the history of Urdu literature. Sketch Writing in Urdu had begun before the emergence of Pakistan, but in KPK, it gained recognition after independence. The Sketch Writings of Raza Hamdani, Allah Bux Yousufi, Anwar Khan Dewana, Dr. Shair Bahadur, Dr Amjad Hussain, Taj Saeed, Ayub Sabir, Alam Zaib Zafar, Farigh Bukhari, Raheem Gul, Zahoor Ahamd Awan and many more are mentioned preferably marinating the sequence to overviewe the tradion of the particular genere. This article, specifically examines the history, trends and tradition of Urdu sketch Writing in Khyber Pakhtunkhwa.

Keywords: *Khyber Pakhtunkhwa, Urdu Sketch Writing, Literary genres, Tradition, History and Evolution, Khaka Nigari, Non Fictional Literature*

اس مقالے میں خیبر پختونخوا میں اُردو خاکہ نگاری کی ابتدا، ارتقا اور ادبی اہمیت کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ پاکستان کا صوبہ خیبر پختونخوا اپنے جغرافیائی اور ثقافتی پس منظر کے لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ یہ صوبہ اُردو ادب کی تاریخ میں بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ خیبر پختونخوا سے تعلق رکھنے والے اُدبا اور شعرا نے اُردو کی شعری اور نثری اصناف میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جن میں سے ایک اہم صنف خاکہ نگاری بھی ہے۔ اُردو میں خاکہ نگاری کا آغاز تو قیامِ پاکستان سے قبل ہو چکا تھا لیکن خیبر پختونخوا میں خاکہ نگاری نے آزادی کے بعد شناخت بنائی۔ اس مقالے میں خیبر پختونخوا میں اُردو ادب کی روایت کے اجمالی جائزے کے ساتھ اُردو خاکہ نگاری کی تاریخ کا اختصاص کے ساتھ

Tashkeel-Article (3-2-8) Published on 30-12-2025, Pages (97-111)
Email: tashkeel@uoj.edu.pk , Website (OJS): tashkeel.uoj.edu.pk
Department of Urdu, University of Jhang, Chiniot Road, Jhang, Punjab, Pakistan.

جائزہ لیا گیا ہے نیز خیبر پختونخوا میں خاکہ نگاری کے رجحانات اور اہم شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ حفیظ جالندھری نے اپنی نظم "درۂ خیبر" میں خیبر پختونخوا کے بارے میں لکھا تھا:

نہ اِس میں گھاس اُگتی ہے نہ اِس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اِس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں(1)

وادیِ خیبر پختونخوا کے شعرا اور اُدبا کی اُردو خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس خطے کے اُردو شعرا اور اُدبا کی طویل فہرست ہے جو صدیوں کی تاریخ میں پھیلی ہوئی ہے۔ اردو نثر کا قدیم ترین نمونہ پیر روشان بایزید انصاری کی تصنیف "خیر البیان" ہے جن کا تعلق خیبر پختونخوا کی وادی سے تھا۔ انھوں نے "خیر البیان" ۱۵۲۱ء میں تصنیف کی۔ اس کتاب میں انھوں نے اسلامی معاملات کو بیک وقت چار زبانوں؛ عربی، فارسی، پشتو اور اُردو میں لکھا ہے۔(2) انھوں نے اس تصنیف میں بیک وقت چار زبانیں اس لیے استعمال کیں تاکہ ان کے عقائد و خیالات ساری دنیائے اسلام، صوبہ سرحد اور برِ عظیم میں پھیل سکیں۔(3) پیر روشان کے عربی، فارسی اور پشتو کے ساتھ اُردو میں اظہارِ خیال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اُس زمانے میں بھی یہ وہ زبان تھی جس میں سارے برعظیم کے لوگوں کو مخاطب کیا جاسکتا تھا۔(4) یہ تصنیف قدیم زمانے میں اُردو اور پشتو کے باہمی تعلق پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔(5) پیر روشان کی "خیر البیان" کے بعد کافی عرصے تک اس خطے میں کوئی اہم ادبی کام نہیں ہوا۔

خیبر پختونخوا میں اُردو شاعری کا اولین نمونہ دسویں صدی ہجری کے بزرگ بایزید انصاری کا واحد شعر ہے جو ۲۰۰۳ء میں دریافت ہوا۔(6) خوشحال خان خٹک کی پشتو نما شاعری میں بھی اُردو شاعری کے ابتدائی نقوش ملتے ہیں۔ رحمان بابا کی فارسی نما اُردو غزل بھی اس زمانے کے اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔(7) قاسم علی خان آفریدی صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر ہے۔(8)

جس خطے میں خیبر پختونخوا موجود ہے وہاں امن کی نسبت جنگ، ہنگامہ اور انتشار زیادہ رہا ہے۔ یہ علاقہ ہمیشہ ہی سے ہندوستان کے فاتحین کی گزرگاہ رہا ہے۔ مسلسل انتشار اور ہنگاموں نے یہاں کے لوگوں کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ہجرت پر بھی مجبور کیے رکھا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> "یہاں کے پیڑ پودوں نے پھل پھول برِ عظیم کے مختلف حصوں میں جاکر دیے اور اُردو زبان کی رونق میں اضافہ کیا اور جو لوگ یہاں رہ کر اپنی صلاحیتوں کی داد دیتے رہے ان کا کام جلد آنے والے انقلابات کی آندھیوں نے برباد کر دیا۔"(9)

۱۹۰۰ء تک خیبر پختونخوا میں ادبی نثر کا کوئی مضبوط حوالہ سامنے نہیں آیا۔ بایزید انصاری المعروف پیر روخان [روشان] کی ضخیم نثری کتاب "خیر البیان" کے کچھ حصے، تفسیرِ ہندی کے کچھ بکھرے اوراق، کابل کی ڈائری، تاریخ ڈیرہ اسماعیل

خان، تاریخِ ہزارہ اور تاریخِ چترال کے علاوہ یہاں اخبارات کو کسی طور پر اولین نثری نمونوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ان میں ادبی نثر کا فقدان ہے اس لیے یہ کہنا درست ہوگا کہ اس صوبے میں ادبی نثر کا آغاز بیسویں صدی کے آغاز کے بعد ہوتا ہے۔ (10)

مملکتِ پاکستان کا شمال مغربی سرحدی حصہ جسے ۱۹۰۱ء میں صوبے کا درجہ دیا گیا، پہلے صوبہ سرحد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا لیکن ۲۰۱۰ء میں اسے آئینی طور پر خیبر پختونخوا کا نام دیا گیا۔ (11) خیبر پختونخوا اُردو ادب کے اعتبار سے ایک سرسبز خطہ ہے جہاں اُردو ادب کی تمام اصناف میں طبع آزمائی ہوئی اور نمایاں شخصیات سامنے آئیں۔ بہت سی شخصیات ایسی بھی ہیں جن کی پیدائش تو خیبر پختونخوا میں ہوئی لیکن انھوں نے دوسرے صوبوں میں جا کر اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے اور اُردو ادب میں ممتاز ہو گئے۔ ایسے ناموں میں احمد شاہ پطرس بخاری، ذوالفقار علی بخاری، قتیل شفائی، نثار عزیز بٹ، غلام محمد قاصر وغیرہ شامل ہیں۔ اگر خیبر پختونخوا میں جدید اُردو کی مختلف ادبی اصناف کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اُردو نثر میں ڈراما نگاری اور ناول کو اولیت حاصل ہے۔

حکیم احمد شجاع کے قول کے مطابق خیبر پختونخوا میں تھیٹر کا آغاز ۱۹۰۰ء میں ہوا۔ ان کے مطابق ۱۹۰۰ء میں ایک تھیٹریکل کمپنی "جمعدار" کے نام سے آئی جس نے "چندراولی" کے نام سے تماشا پیش کیا۔ (12) تاہم فارغ بخاری اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ وہ سرحد میں ڈراما نگاری کے حوالے سے قمر سرحدی کی یادداشتوں سے اتفاق کرتے ہیں جن کے مطابق ۱۹۰۴ء میں "الفریڈ تھیٹریکل کمپنی" پشاور آئی تھی جس نے سولہ دن تک تماشا دکھایا اور جسے بعد میں حکومت نے جبراً صوبہ سرحد چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ تاج سعید اور فقیر حسین ساحر بھی اسی بات سے اتفاق کرتے ہیں (13) لیکن گوہر رحمان نوید اس پر دلیل دیتے ہیں کہ قمر سرحدی ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۰ء میں وہ صرف تین سال کے تھے اور ممکن ہے ۱۹۰۰ء میں "جمعدار" کمپنی کی آمد سے لاعلم ہوں جب کہ حکیم احمد شجاع ۱۹۰۰ء میں سات سال کے تھے اس لیے ان کی بات سے اتفاق کرنا مناسب ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ خیبر پختونخوا میں ڈراما نگاری کا آغاز ۱۹۰۰ء میں "جمعدار" کمپنی کی آمد سے ہوا اور پہلا ڈراما "چندراولی" ہے۔ (14)

خیبر پختونخوا میں ڈراما نگاری کے بعد ناول نگاری کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ خیبر پختونخوا میں خان بہادر غلام حسن کو خیبر پختونخوا کا پہلا ناول نگار قرار دیا جاتا ہے۔ ان کا پہلا ناول "افشائے راز" ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا۔ (15) اگر خیبر پختونخوا میں افسانہ نگاری کی بات کریں تو اس میں نصیر الدین نصیر کو اولیت حاصل ہے جنھوں نے ۱۹۱۴ء میں افسانہ نگاری کا آغاز کیا۔ (16) جب کہ سوانح نگاری کے میدان میں یہاں پہلے سوانح نگار مولانا عبدالمجید سعدی افغانی ہیں جنھوں نے ۱۹۲۰ء میں سید جمال الدین افغانی کی سوانح "حیاتِ جمالی" کے نام سے لکھی۔ (17)

خیبر پختونخوا میں رپورتاژ نگاری کے ابتدائی نقوش خاطر غزنوی کی ایک غیر مطبوعہ تحریر کی صورت میں سامنے آتے ہیں جو قلندر آباد میں صابر کلوروی کی لائبریری میں موجود ہے۔ انھوں نے انجمنِ ترقی اُردو کے ۲۹ جنوری ۱۹۴۶ء کو پشاور میں ہونے والے اجلاس کی روداد قلم بند کی۔ (18) دیگر اصناف کی بہ نسبت خیبر پختونخوا میں اُردو خاکہ نگاری کی شروعات تقسیم ہند کے زمانے سے ہوتی ہے۔ ابتدا میں باقاعدہ خاکے تو نہیں لکھے گئے لیکن اخبارات اور رسائل میں مختلف شخصیات کے تعارفی مضامین اور کالم لکھے گئے جن میں خاکہ نگاری کے اثرات نظر آتے ہیں۔ (19)

خیبر پختونخوا میں خاکہ نگاری میں اولیت کا شرف رضا ہمدانی کو حاصل ہے۔ انھوں نے ماہنامہ "نغمۂ حیات" پشاور میں "سرحد کے اُمّی شعرا" کے نام سے سرحد کے شعرا پر قسط وار مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا جو ستمبر ۱۹۴۷ء، مارچ ۱۹۴۸ء اور جولائی ۱۹۴۸ء کے شماروں میں چھپے۔ یہ مضامین سائیں احمد علی، محمد علی شاہ سید شیرازی اور مضمر تاتاری پر لکھے گئے ہیں۔ رضا ہمدانی نے اِن کے علاوہ کمال اتاترک، عبدالقیوم خان، عبدالصمد خان، حاجی خان تونگزئی اور سردار عبدالرب نشتر جیسی تاریخی اور ادبی شخصیات پر بھی مضامین لکھے۔ (20) محترمہ گل ناز بانو نے اپنے ایم فل کے مقالے "صوبہ سرحد میں خاکہ نگاری" میں بھی رضا ہمدانی ہی کو پہلا خاکہ نگار قرار دیا ہے۔

اللہ بخش یوسفی خیبر پختونخوا میں بابائے صحافت کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی خیبر پختونخوا کے تاریخی اور سیاسی حالات پر لکھی گئی کتاب "سرحد اور جدوجہدِ آزادی" اس لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں سیاسی اور تاریخی واقعات کے ساتھ بعض شخصیات کے بارے میں تفصیلات بھی سامنے آتی ہیں۔ اس کتاب میں خاکہ نگاری کے اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ (21) انور خان دیوانہ کا نام پشتو ادب میں تو مقبول ہے ہی لیکن اُردو میں بھی انھوں نے شخصی کالموں اور خاکوں پر مشتمل تین کتابیں مرتب کیں۔ ان میں "کاکاجی صنوبر دانشوروں کی نظر میں"، "زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے" اور "کیا یہ لوگ پاگل تھے" شامل ہیں۔ انھوں نے ان تصانیف میں شخصیات سے زیادہ واقعات بیان کرنے پر توجہ دی ہے۔ ان کے متعلق بادشاہ منیر بخاری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> "ان کتابوں کا مقصد تاریخی واقعات کو یکجا کرنا ہے لیکن جن شخصیات کے ساتھ یہ واقعات رونما ہوئے ہیں ان کا ذکر بھی لامحالہ رہا۔ گویا کہ خاکہ نگاری کی صنف کو مدِ نظر ہی نہیں رکھا گیا لیکن ان کی تحریروں کو پڑھا جائے تو اس میں حُلیہ نگاری، نفسیاتی تجزیات اور شخصیت کا عکس ضرور نظر آتا ہے۔" (22)

ڈاکٹر شیر بہادر خان کی کتاب "دیدہ شنیدہ" (۱۹۸۷ء) میں ۴۷ شخصی مضامین ہیں لیکن یہ مضامین مکمل خاکے نہیں ہیں۔ ان مضامین میں معلومات تو زیادہ ہیں لیکن شخصیات کے اہم پہلوؤں کی طرف کم توجہ دی گئی ہے اس لیے اس تصنیف کو

خاکہ نگاری میں خاص اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ انور خواجہ نے میرزا ادیب پر "صحرا نورد" کے عنوان سے ایک طویل افسانوی خاکہ لکھا جو قند مردان میں شائع ہوا۔ (23)

ڈاکٹر امجد حسین کی خاکہ نگاری کی دو تصانیف "مٹی کا قرض" اور "چھتراں والا کٹورا" کے ناموں سے ہیں ۔ ان کے خاکوں میں خالص پشاوری لہجہ ان کو انفرادیت بخشتا ہے۔ ان میں شخصیات سے عقیدت و محبت کے ساتھ وطن کی محبت کا عنصر بھی موجود ہے۔ (24)

تاج سعید (۱۹۴۲ء۔ ۲۰۰۴ء) اپنی کالم نگاری کے حوالے سے مشہور ہیں ۔ ان کی کتاب "ہم قلم" ہے ۔ یہ خاکہ نما تحریریں اور شخصی کالم مختلف تصنیفات کی رونمائی اور بعض احباب کی موت پر لکھے گئے ہیں۔ (25) ان تحریروں کا مقصد یادِ رفتگاں ہے ۔ صاحب خاکہ موضوعِ خاکہ پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے اس کے ارد گرد ایک جمِ غفیر اکٹھا کر کے ان کو شاملِ گفتگو کر لیتے ہیں جس سے قاری صاحبِ خاکہ کو فراموش کر کے دیگر اشخاص کی کھوج میں لگ جاتا ہے اور اسے اس فیصلے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اصل صاحبِ خاکہ کون ہیں۔ (26)

تاج سعید نے رواں دواں اسلوب سے اپنے خاکوں میں فنکاری و پرکاری دونوں خصوصیات بھر دی ہیں ۔ وہ مختصر جملوں سے کام لیتے ہیں لیکن اختصار میں جامعیت پائی جاتی ہے ۔ تاج سعید اپنے خاکوں میں صاحب خاکہ سے مرعوب نظر آتے ہیں اس لیے زیادہ تر شخصیت کی اچھائیوں کو ہی مدِ نظر رکھتے ہیں ۔ انھوں نے اخباری کالموں کے علاوہ خاکہ نویسی میں کوئی باقاعدہ کتاب نہیں لکھی اور نہ ہی سنجیدگی سے اس صنف کی طرف توجہ دی ہے ورنہ ان کے ہاں خاکہ نگاری کے تقریباً تمام لوازمات موجود ہیں۔ (27)

ایوب صابر کی خاکوں کی کتاب "اس حمام میں" کے نام سے ہے۔ انھوں نے خاکوں میں شخصیات سے زیادہ خود کو نمایاں کرنے پر زور دیا ہے ۔ اس لیے ان کے خاکے یک رخے ہوگئے ہیں ۔ یوسف رضا چشتی نے خاطر غزنوی اور احمد فراز پر خاکے لکھے۔

عالم زیب ظفر کی کتاب " آشنائیاں کیسی " کے نام سے ہے جس میں انھوں نے پہلے حصے میں پچیس (۲۵) سیاسی و مذہبی شخصیات پر مضامین لکھے ہیں جب کہ دوسرے حصے میں فیض احمد فیض اور احمد ندیم قاسمی سمیت کئی اہم شعرا اور اُدبا پر تنقیدی مضامین شامل ہیں۔ ان کے ہاں توصیفی انداز نمایاں ہے۔ (28)

یوں تو خیبر پختونخواہ میں کئی اُدبا نے خاکہ نگاری کے فن میں طبع آزمائی کی ہے لیکن تین خاکہ نگار ایسے ہیں جنھوں نے اس فن کو بہ طورِ خاص اپنا کر سنجیدہ توجہ کے ساتھ خاکے لکھے اور اس حوالے سے نہ صرف قومی سطح پر شہرت حاصل کی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ان کی پذیرائی ہوئی۔ یہ تین خاکہ نگار فارغ بخاری، رحیم گل اور ظہور احمد اعوان ہیں۔ فارغ بخاری کی آپ بیتی "مسافتیں" میں انھوں نے نہ صرف اپنے بارے میں لکھا بلکہ دیگر شخصیات پر بھی غیر جانب دارانہ

اور ہمدردانہ روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے اپنی آپ بیتی میں خوشحال کاکا، صنوبر کاکاجی، ارباب غفور، ارباب سکندر، مولانا نورالحق، غلام محمد خان لونڈ خور، جمیل طاؤس، نگار بخش لائلپوری اور سلیم صدیقی کا بھی مختصر تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنی قوتِ مردم شناسی اور جستجو سے شخصیت کے ظاہر و باطن کے تمام میلانات پیش کر دیے ہیں۔(29)

فارغ بخاری نے رسالہ "نقوش" کے شخصیات نمبر (حصہ دوم) کے لیے ایک مضمون "سرحد کی ادبی شخصیتیں" کے نام سے لکھا ہے جس کے آغاز میں خوش حال خان خٹک اور رحمٰن بابا سمیت سرحد کے اہم شعرا کا ذکر کیا ہے اور پھر ان ادبی شخصیات کا مختصر جائزہ بھی لیا ہے جن سے وہ بالمشافہ مل چکے تھے۔ ان مضامین میں خاکوں کی خوبیاں تو نہیں ہیں لیکن ایک علاقے سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات کے ذکر کے لحاظ سے یہ مضامین قابلِ ذکر ہیں۔

فارغ بخاری کے خاکوں کے دو مجموعے ہیں۔ ان کا پہلا مجموعہ "البم" ۱۹۷۸ء اور دوسرا مجموعہ "دوسرا البم" ۱۹۸۲ء میں منظرِ عام پر آیا۔ "البم" میں ۲۱ اور "دوسرا البم" میں ۱۹ خاکے ہیں۔ پہلے مجموعے میں ان کے زیادہ تر خاکے تاثراتی یا کرداری ہیں۔ فارغ بخاری نے اپنے خاکوں کے عنوانات قائم کرتے ہوئے شخصیات کی خصوصیات کو مدِ نظر رکھا ہے اور ایسے عنوانات رکھے ہیں جن سے شخصیات نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ ان کے چند خاکوں کے عنوانات دیکھیے: صحیح بخاری (پطرس بخاری)، ناخن کا قرض (منٹو)، کم آمیز (فیض)، گرل فرینڈ (کشور ناہید)، بھابھی (زیتون بانو)، کمپیوٹر (شوکت واسطی) صحرا نورد (میرزا ادیب)، پیرزادہ (احمد ندیم قاسمی)، کیمیا گر (حمزہ شنواری)، تیسری قسم کا بچہ (خاطر غزنوی)، دشمنِ جاں (احمد فراز)، رنگوں کا رسیا (قتیل شفائی) وغیرہ۔

ڈاکٹر گوہر رحمان کے مطابق صحیح بخاری، گرل فرینڈ، صحرا نورد اور طائرِ لاہوتی، ان کے بہترین خاکے ہیں۔(30) فارغ بخاری نے اپنے خاکوں میں موضوع شخصیات کو سادگی اور حقیقی انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ موضوع شخصیات کے حوالے سے اپنے تجربات اور مشاہدات کے ساتھ بعض اوقات سنے سنائے واقعات بھی بیان کر دیتے ہیں لیکن وہ کوشش کرتے ہیں کہ ایسے واقعات بیان کریں جن میں قارئین کی دلچسپی برقرار رہے لیکن وہ کبھی کبھی اپنے خاکوں میں موضوعِ خاکہ کی خصوصیات کے ساتھ ان کے فن پر تنقیدی اظہارِ خیال شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کے خاکوں میں تنقیدی مضامین کی خوبی تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے لیکن خاکوں کے اعتبار سے یہ خامی ہی تصور کی جاتی ہے۔ کسی بھی خاکہ نگار کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ کسی شخصیت کا خاکہ کھینچتے وقت اس کے ظاہری خدوخال اور عادات و اطوار کے ساتھ ان کے مزاج، فطرت اور خوبیوں کے علاوہ خامیوں کا بھی تذکرہ کرے۔ یہ خوبی فارغ بخاری کے ہاں موجود ہے۔ انھوں نے قتیل شفائی کے خاکے ”رنگوں کا رسیا“ میں ان کی شخصیت کی نمایاں خصوصیت کو یوں بیان کیا ہے:

> "وہ دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا بدترین دشمن ہے۔ اس معاملے میں وہ پکا پٹھان ہے جس سے دوستی ہو گئی اس سے زندگی بھر ساتھ نبھایا، جس سے بگڑ جائے اسے قبر تک معاف نہیں کرتا۔"(31)

فارغ بخاری کی خاکہ نگاری کا ایک بنیادی وصف ان کی فقرہ بازی ہے۔ ان کے فقروں میں بلا کی کاٹ اور نشتریت ہے۔ بعض اوقات وہ حد سے زیادہ بے باک ہو کر شائستگی کی حدود کو بھی پھلانگ جاتے ہیں۔(32)

فارغ بخاری کے خاکوں کے دوسرے مجموعے "دوسرا البم" میں ۱۹ خاکے ہیں۔ اس مجموعے میں بھی خاکوں کو دلچسپ عنوانات دیے گئے ہیں جیسے: جوش ملیح آبادی (شعلہ و شبنم)، کرشن چندر (ان داتا)، فہمیدہ ریاض (پتھر دیس کی بیٹی)، ساحر لدھیانوی (لدھیانے کا لعل)، صہبا لکھنوی (پیر تسمہ پا)، رحیم گل (کولمبس)، صادقین (سنگِ پارس) وغیرہ۔

"دوسرا البم" میں فارغ بخاری نے تاثراتی اور سوانحی انداز کے خاکے لکھے ہیں۔ بعض خاکے بہت عمدہ ہیں لیکن مجموعی طور پر "دوسرا البم" کے خاکے "البم" کے مقابلے میں کمزور ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسے پہلے مجموعے کی طرح پذیرائی نہ مل سکی۔

مجموعی طور پر دیکھیں تو محسوس ہو گا کہ دونوں مجموعوں میں شامل اکثر خاکوں میں مصنف نے شخصیات کو ایک زاویے سے دیکھا ہے۔ انھوں نے واقعات کی مدد سے موضوع شخصیات کی رونمائی کرنے کی کوشش کی ہے جس سے خاکہ طویل تو ہو جاتا ہے لیکن شخصیات کے مختلف پہلوؤں تک رسائی نہیں ہوتی۔ وہ اکثر شخصیات کی خصوصیات کے ساتھ ان کے فن (نظم و نثر کی خصوصیات) پر تبصرہ شروع کر دیتے ہیں جس سے خاکے کی روانی متاثر ہو جاتی ہے۔ پھر بھی ان کے خاکے رواں اور دلچسپ اسلوب کی وجہ سے قاری کو متاثر کرتے ہیں۔

رحیم گل اُردو ادب میں ناول نگاری اور خصوصاً اپنے ناول "جنت کی تلاش" کے حوالے سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ ناول نگاری کے علاوہ ان کی وجہِ شہرت خاکہ نگاری بھی ہے۔ ان کے خاکوں کے دو مجموعے "پورٹریٹ" اور "خدوخال" کے نام سے ہیں۔ رحیم گل کے خاکوں کا پہلا مجموعہ "پورٹریٹ" ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا جس میں پندرہ (۱۵) شخصیات کو موضوع بنایا گیا۔ دوسرا مجموعہ "خدوخال" کے نام سے ہے جس میں تیئیس (۲۳) مضامین شامل ہیں۔ وہ منفرد اور دلچسپ اسلوب سے عام سی بات کو بھی خاص بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ رحیم گل نے شخصیات کو اپنے خاص اندازِ نظر سے دیکھا ہے۔ اسی لیے اکثر شخصیات سے متعلق ان کی رائے یا بیان افسانوی معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کی ڈاکٹر بشیر سیفی ان کے کچھ مضامین کو خاکے کہنے میں تأمل کرتے ہیں۔(33) انھوں نے اپنے خاکوں میں شخصیات کی خوبیوں کو بنیاد بنایا ہے۔ کچھ شخصیات کی خامیوں اور کوتاہیوں کا ذکر بھی کیا ہے لیکن ان کے خاکوں کا مجموعی تاثر ہمدردانہ ہے۔ مجموعے "خدوخال" میں ایک خاکہ "ٹی ہاؤس" کے نام سے بھی ہے جس میں مصنف نے ٹی ہاؤس کی زبانی مختصر سا

تعارف بیان کیا ہے۔ اسے خاکہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں بھی تاج سعید کا ایک مضمون "رحیم گل کی فتوحات" شامل ہے جسے بشیر سیفی اور شاہد حنائی نے اس مجموعے کے خاکوں کی فہرست "تاج سعید" کے نام سے بطورِ خاکہ شامل کیا ہے جب کہ وہ مضمون رحیم گل کے لیے تعریفی نوعیت کا ہے۔ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم نے "پورٹریٹ" اور "خدوخال" کے خاکوں کو فنِ خاکہ نگاری کی عمدہ مثالیں قرار دیا ہے۔(34) بہر حال رحیم گل کے خاکے دلچسپ اور شگفتہ اسلوب کے سبب پڑھے جانے کے قابل ہیں۔

"پورٹریٹ" اور "خدوخال" کے خاکوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ "پورٹریٹ" کے اکثر خاکے اختصار کے باوجود جامعیت کی خوبی سے معمور ہیں جبکہ "خدوخال" کے زیادہ تر خاکے اختصار کی وجہ سے ابھرنے میں ناکام ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے زبردستی یہ مضامین لکھے ہیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنے خاکوں میں شخصیات کو غیر جانب داری اور حقائق سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ رحیم گل بے ساختگی، بے باکی اور جراتِ اظہار سے صاحبِ خاکہ کی شخصیت کے روشن پہلوؤں کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی خصوصیت انھیں دیگر خاکہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔

ظہور احمد اعوان کالم نگاری اور سفر نامہ نگاری کے علاوہ خاکہ نگاری کے حوالے سے بھی معروف ہیں۔ ان نے خاکوں کے مجموعوں میں "سب دوست ہمارے" (۱۹۸۹ء)، "حسابِ دوستاں" (۱۹۹۵ء)، "سیاسی چہرے" (۱۹۹۵ء)، چہرہ بہ چہرہ (۱۹۹۹ء) اور "سرِ دلبراں" (۲۰۰۳ء) شامل ہیں۔

ظہور احمد اعوان کے خاکوں میں عموماً شخصیات کا بھرپور تعارف ملتا ہے۔ انھوں نے زیادہ تر اپنی محبوب شخصیات کو موضوع بنایا ہے اس لیے ان کے خاکوں میں محبت کا عنصر نمایاں ہے۔(35) "سب دوست ہمارے" ظہور احمد اعوان کے خاکوں کا پہلا مجموعہ ہے جو ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ اس میں پینتیس (۳۵) خاکے ہیں۔ "حسابِ دوستاں" میں تقریباً ایک سو خاکے ہیں۔ "سیاسی چہرے" تیسری کتاب ہے جس میں ۵۷ خاکے ہیں۔ اس میں سیاسی رہنما، ڈکٹیٹر، وزیر، مولانا، عالم، وزیرِ اعظم، گورنر اور اعلیٰ عہدوں پر فائز شخصیات کے خاکے ہیں۔ اس کتاب میں بعض شخصیات کے متعلق خاکہ نگار نے انتہا پسندی اور جانب داری کا ثبوت دیا ہے۔ اس کتاب کے مضامین کو انھوں نے خاکوں کے بجائے ایک عام آدمی کے تاثرات قرار دیا ہے۔ ظہور احمد اعوان کا خاکوں کا چوتھا مجموعہ "چہرہ بہ چہرہ" کے نام سے ہے جس میں ایک سو دس (۱۱۰) شخصی کالم اور شخصی مضامین وخاکے ہیں۔

"سرِ دلبراں" ظہور احمد اعوان کے خاکوں کی آخری کتاب ہے جس میں ۴۷ شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ شخصیات کو عنوانات کے تحت چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں "ادیب و شاعر" کے عنوان سے ۱۵ مضامین ہیں، دوسرے حصے کا عنوان "امریکن، یورپی و غیر ملکی دوست" ہے جس میں ۱۳ شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے، "استاد و

رفقائے کار" کے عنوان سے ١٦ ، اور "دوست و جانکار" کے عنوان سے ٣٠ شخصیات کو پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے "حرفِ چند" کے نام سے پیش لفظ میں لکھا ہے:

> "حاضر مجموعے میں دو چار خاکہ نما تحریریں ہیں۔ باقاعدہ رسمی خاکے تو چند ایک ہی ہوں گے تاہم ان کے ساتھ میں نے اپنی بیش تر ایسی تحریریں جمع کر دی ہیں جن میں کچھ سوانحی یا خاکہ نویسی کا مواد موجود تھا۔"(36)

اس مجموعے میں شامل اکثر مضامین تعارفی یا تاثراتی نوعیت کے ہیں جنھیں یادنگاری کی ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔ انھوں نے شخصیات کو کبھی تفصیل سے اور کہیں قدرے اختصار سے پیش کیا ہے۔ ان خاکہ نما مضامین کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انھوں نے یہ مضامین ایک ہی نشست میں مکمل کیے ہیں۔ کسی بھی شخصیت کے حوالے سے جو تفصیلات ان کے ذہن میں ہوتی ہیں انھیں کہیں ترتیب سے اور کہیں بے ترتیبی سے بیان کر دیتے ہیں۔ وہ شخصیات کے مثبت پہلوؤں کو خاص طور پر نمایاں کرتے ہیں اور اس کے لیے واقعہ نگاری کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں فطری بے ساختگی پائی جاتی ہے جو ان کی خوبی ہے لیکن ان کے مضامین خاکہ نگاری کے معیار پر پورا نہیں اترتے۔ ان کے مضامین میں خاکوں کی خصوصیات کم پائی جاتی ہیں اور اگر ہیں بھی تو وہ ایک ہی مضمون میں نظر نہیں آتیں۔ ان کے کسی مضمون میں حلیہ نگاری زیادہ ہے تو کسی میں شخصیات کی خوبیاں اور کہیں خامیاں وافر نظر آتی ہیں۔ اس طرح یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ان کے مضامین میں خاکوں کی خوبیاں موجود ہیں لیکن انھیں بڑا یا اہم خاکہ نگار قرار دینا شاید بہت مشکل ہو۔

اگر مجموعی طور پر ان کی خاکہ نگاری کا جائزہ لیں تو محسوس ہو گا کہ انھوں نے اپنے خاکوں میں شخصیات کو ہمدردانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ ظہور احمد اعوان کے پانچ مجموعوں میں تقریباً پانچ سو شخصی مضامین ہیں۔ انھوں نے کثیر تعداد میں شخصیات کو موضوع بنایا ہے اس لیے ان کے ہاں کہیں کہیں یکسانیت کا احساس بھی ہوتا ہے اور شخصیات پوری طرح نمایاں نہیں ہو پاتیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے کافی ایسی شخصیات کو موضوع بنایا ہے جن سے مصنف کی براہِ راست ملاقات یا تعلق نہیں رہا جس کی وجہ سے شخصیات کی داخلی کیفیات اور دیگر پہلوؤں کی تفصیلات مکمل طور پر سامنے نہیں آتیں۔ اگر مصنف سنجیدگی اور توجہ سے صرف ان شخصیات کو موضوع بناتے جو ان کے زیادہ قریب تھیں تو بہ حیثیت خاکہ نگار ان کا مقام و مرتبہ اور بلند ہوتا۔

صوبہ خیبر پختونخوا میں جن شخصیات نے اُردو ادب کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ان میں ایک نام خاطر غزنوی کا بھی ہے۔ خاطر غزنوی نے ایک بھرپور ادبی زندگی گزاری ہے۔ وہ وہاں کی ادبی انجمنوں کے فعال کارکن اور روحِ رواں

تھے۔ خاطر غزنوی پشاور یونیورسٹی میں صدرِ شعبۂ اُردو کے علاوہ اکادمی ادبیاتِ پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل بھی رہ چکے ہیں۔

خاطر غزنوی کی شخصیت کے بہت سے ادبی حوالے ہیں۔ انھوں نے خاکہ نگاری کے میدان میں بھی اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ انھوں نے متعدد شخصیات پر تعارفی، تاثراتی اور سوانحی خاکے لکھے جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔ (37) خاطر غزنوی کا مشاہدہ گہرا اور مردم شناسی کا جوہر بڑا پختہ ہے۔ انھوں نے جن شخصیات کے ساتھ وقت گزارا، ان کے ایک ایک فعل اور عمل کو اپنے گہرے مشاہدے میں رکھا اور پھر ان کو نوکِ قلم پر لا کر صفحۂ قرطاس پر رنگا رنگ تصویریں بنائیں۔ ان کے خاکوں میں یاد نگاری کا عنصر غالب ہے۔ کسی ادبی شخصیت کا تذکرہ کرتے وقت ان کے تمام ادبی منظر نامے کو پیش کر دیتے ہیں۔ بعض شخصیات کے ظاہری خدوخال کو اس طرح واضح کرتے ہیں کہ صورت اور سیرت دونوں سامنے آجاتی ہیں۔ (38)

یوں تو انھوں نے نظم و نثر میں متعدد کتابیں یادگار چھوڑی ہیں لیکن ایک کتاب "ایک کمرہ" اس لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں انھوں نے خیبر پختونخوا کی ادبی تاریخ اور ادبی سرگرمیوں کی تفصیلات علمی و ادبی شخصیات کے پس منظر میں بیان کی ہیں۔ کہیں کہیں اس میں خاکہ نگاری کے اثرات بھی نظر آجاتے ہیں۔ اس لیے خاطر غزنوی نے کتاب "ایک کمرہ" کو ایک کمرے کا خاکہ، ایک خاکوں بھرا خاکہ" قرار دیا ہے۔ اس تصنیف میں پانچ مضامین شامل ہیں جن میں ابتدائی دو مضامین "ایک کمرہ" اور "ایک جدید کمرہ" کے زیرِ عنوان ہیں۔ خاطر غزنوی نے ایک کمرے کے پس منظر میں پشاور شہر کی ادبی بیٹھکوں کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ بظاہر اس مضمون کا عنوان ایک کمرہ ہے لیکن یہ ہر اس کمرے کی کہانی ہے جہاں اُردو ادب کی اہم شخصیات جمع ہوتی ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کمروں کی جگہ تبدیل ہوتی رہتی ہے لیکن ادبی سرگرمیاں کبھی ماند نہیں پڑتیں۔ یہ وہی ادبی مراکز ہیں جنھوں نے خیبر پختونخوا میں ادب اور خصوصاً اُردو ادب کو زندہ رکھا؛ یہی وجہ ہے کہ اس ایک کمرے میں سیکڑوں شخصیات کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔ خاطر غزنوی اس کمرے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "یہی کمرہ مختلف جگہوں پر نقل مکانی کرتا رہا کبھی زیادہ عرصے کبھی کم۔۔۔ کبھی یہ شاہ ولی قتال میں عبدالودود قمر کے گھر منتقل ہوا، کبھی سید مظہر گیلانی کی رہائش گاہ ضیغم لاج میں اور کبھی اس نے النشاط ہوٹل کے بڑے ہال کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ کبھی اس نے شاہی مہمان خانے میں کبھی پشاور یونیورسٹی میں ڈاکٹر مظہر علی خان کے مشہور بنگلہ نمبر پی پانچ میں محفل جمائی کبھی محمد شاہ برق کوہاٹی کے ہاں۔۔۔ کبھی اباسین آرٹس کونسل میں کبھی ریڈیو پاکستان پشاور کے اسٹوڈیوز میں، کبھی چکلالہ پاکستان

> ٹیلی ویژن راولپنڈی اسلام آباد میں اور کبھی موجودہ پشاور ریڈیو کے احاطے میں جو
> کسی زمانے میں رلے کا باغ کہلاتا تھا اور جہاں ہندو مسلم اور سکھ عیسائی شاعر بھی
> آجاتے تھے۔ کبھی احمد فراز کے ہاں اور کبھی محسن احسان کے کرنا کی خوشبوؤں میں
> بسے ہوئے لان میں۔"(39)

خاطر غزنوی نے ایک کمرے میں پوری ادبی کہکشاں کو جمع کر کے ان کی روشنی ہمیں دکھائی ہے۔ انھوں نے اُردو ادب کی اہم ادبی شخصیات کو مختصراً بیان کر دیا ہے۔ اس مضمون میں خاکے کی خصوصیات تو بہت کم یا نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن ادبی نکتۂ نظر سے یہ مضمون بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس مضمون میں ان تمام شخصیات کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے جنھوں نے کسی نہ کسی طور پر خیبر پختونخوا میں ادبی منظر نامے کو فعال رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ خاطر غزنوی نے رضا ہمدانی، فارغ بخاری، شمیم بھیروی، ضیا جعفری، خیام سرحد، عبدالودود قمر، نذیر مرزا برلاس، شیخ ثناء اللہ، یوسف رجا چشتی، شریف فاروق، حکیم حسن عباسی، پروفیسر امداد حسین بیگ، امیر حمزہ شنواری، پروفیسر محمد طاہر فاروقی، کاکا جی صنوبر حسین، نصیر احمد زارؔ، فرید عرش، منظور ملک، مضمر تاتاری، اور دیگر متعدد اہم شخصیات کی تصویر کشی بڑی مہارت سے کی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے صوبوں سے آنے والے شاعروں اور ادیبوں کا تذکرہ بھی سرسری سا کر دیا ہے جنھوں نے مختلف موقعوں پر اس کمرے کی رونق میں اضافہ کیا۔ دوسرے مضمون "ایک جدید کمرہ" میں انھوں نے پشاور میں جدید ادبی منظر نامے اور ادبی سرگرمیوں کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ خاطر غزنوی لکھتے ہیں کہ اب پشاور شہر بہت پھیل چکا ہے یہاں نہ صرف متعدد دیہات کی آبادی ہجرت کر کے آچکی ہے بلکہ کئی دیہات تو شہر میں ہی شامل ہو چکے ہیں۔ خاطر غزنوی نے نئے دور کی ادبی شخصیات اور ان کی ادبی تنظیموں کے اُردو ادب کی ترویج میں کردار کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے خواتین کی ادبی تنظیم "وویمن رائٹرز فورم" کا ذکر بھی کیا جنھوں نے متعدد مشاعرے اور ادبی محفلیں منعقد کیں۔ یہ مختصر مضمون ہے لیکن اس مضمون میں پشاور میں جدید ادبی سرگرمیوں کی کافی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ تیسرا مضمون "سرحد کی ادبی انجمنیں"، اور چوتھا مضمون "صوبہ سرحد کی نئی نسل اور شاعری" کے عنوان سے ہے جب کہ آخر میں ایک مضمون بلکہ رپورتاژ "جشنِ مہتاب" کے عنوان سے بھی شامل ہے جو دراصل انجمنِ ترقی اُردو (سرحد) پشاور کے زیرِ اہتمام ۲۳ مئی ۱۹۴۸ء کو ہونے والے "جشنِ مہتاب" کی تفصیلات کو بڑی خوب صورتی سے بیان کرتا ہے۔

خاطر غزنوی کو خاکہ نگار کی حیثیت سے تو بہت اہم قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن انھوں نے اپنی اس تصنیف "ایک کمرہ" کے ذریعے خیبر پختونخوا اور خصوصاً پشاور کی ادبی سرگرمیوں اور ادبی شخصیات کا مختصر تعارف پیش کر دیا ہے جن میں کہیں کہیں خاکے کے اثرات بھی موجود ہیں۔

ڈاکٹر اقبال صمصام کی کتاب "ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے" ۲۰۱۶ء میں شائع ہوئی۔ اس میں انھوں نے پشاور یونیورسٹی کے اساتذہ اور ان کے قریبی احباب کے خاکے لکھے ہیں۔ انھوں نے خاکوں میں شخصیات کے حوالے سے خاطر خواہ معلومات فراہم کی ہیں لیکن ان کی حلیہ نگاری میں یکسانیت دکھائی دیتی ہے۔ (40)

کچھ خاکہ نگار ایسے بھی ہیں جن کے خاکوں کے مجموعے تو شائع نہیں ہوئے لیکن ان کے خاکے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ گوہر رحمان نوید نے پشتو میں خاکوں کی ایک کتاب "پیاوڑی" کے نام سے تصنیف کی۔ اُردو میں ان کے خاکے رسائل کی زینت بن چکے ہیں لیکن ابھی تک کوئی مجموعہ سامنے نہیں آسکا۔ ان کے اہم خاکوں میں "قرطبہ کا نیازی" (پروفیسر عبدالعزیز نیازی مرحوم)، "اپنی ذات میں انجمن" (ڈاکٹر ظہور احمد اعوان) اور "خناس" (کلیم خارجی) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ خالد سہیل جو افسانہ نگاری کا اہم نام ہے؛ انھوں نے بھی کچھ خاکے تحریر کیے ہیں جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔

اگر خیبر پختونخوا کی خاکہ نگاری کی روایت کو مجموعی طور پر دیکھیں تو یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ یہاں اُردو خاکہ نگاری کی باقاعدہ اور مضبوط روایت قائم نہیں ہو سکی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پشاور کے علاوہ دیگر شہروں سے خاکہ نگاروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اور جن مصنفین نے یہ خاکے یا شخصی مضامین لکھے ہیں انھوں نے اپنی تحریروں میں خاکہ نگاری کے لوازمات کا خیال نہیں رکھا اور محض تعریفی، توصیفی یا تعارفی نوعیت کے مضامین لکھ کر انھیں زبردستی خاکے قرار دیا۔ ایسے میں ہمارے اکثر خود ساختہ ناقدین کی روش بھی غیر ذمہ دارانہ رہی جنھوں نے ان عام شخصی مضامین کی کتابوں کی تعریف کرتے ہوئے انھیں خاکہ نگاری کی تاریخ میں اہم اضافہ قرار دیا اور یوں نئے مصنفین نے بھی تعریفی اور توصیفی مضامین ہی کو خاکہ سمجھتے ہوئے موضوع شخصیات کے ظاہری شخصی پہلوؤں اور ادبی حوالے سے شہرت و انفرادیت کو بیان کرنا ہی کافی سمجھا لیکن اس کے باوجود خیبر پختونخوا میں رحیم گل اور فارغ بخاری دو ایسے خاکہ نگار ہیں جنھیں اُردو کے اہم خاکہ نگاروں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ظہور احمد اعوان نے بڑی تعداد میں شخصیات کو موضوع بنایا ہے؛ گو کہ ان کے خاکوں میں خاکہ نگاری کی تمام خصوصیات موجود نہیں ہیں اور کئی جگہوں پر یکسانیت کا احساس بھی ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خیبر پختونخوا میں اُردو خاکہ نگاری کی مضبوط روایت قائم نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے مصنفین نے دیگر اصناف کے مقابلے میں خاکہ نگاری کو کم اہمیت دی جس کی وجہ سے نئے ادیب بھی اس جانب راغب نہیں ہوتے۔ ایسے میں ان ادبی شخصیات (شاعر و نثر نگار) جو طویل عرصے سے ادبی منظر نامے کا حصہ ہیں انھیں اس صنف کی طرف توجہ دینا ہو گی۔ اگر وہ خاکہ نگاری کے لوازمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاکے لکھیں تو نہ صرف نئے ادیب اس صنف کی جانب توجہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے بلکہ یہ صنف پھر سے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرلے گی۔ اس کے علاوہ رسائل و جرائد بھی اس سلسلے میں اہم کردار

ادا کر سکتے ہیں۔ خیبر پختونخوا سے شائع ہونے والے رسائل و جرائد خاکہ نگاری پر خصوصی نمبر شائع کریں نیز اس میں اہم محققین اور ناقدین کی جانب سے خاکہ نگاری پر تحقیقی و تنقیدی مضامین بھی شامل ہوں جن میں خاکہ نگاری کے لوازمات اور اس کی تنقید کو خاص طور پر موضوع بنایا جائے تو خاکہ نگاری کی انفرادیت بھی قائم ہو جائے گی اور ہر طرح کے شخصی مضامین کو خاکہ قرار دینے کی روایت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اس طرح خیبر پختونخوا میں خاکہ نگاری کی مضبوط روایت قائم ہونے کا واضح امکان موجود ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ حفیظ جالندھری، سوز و ساز، مجلسِ اُردو، لاہور، س۔ن، ص 175

2۔ جمیل جالبی، تاریخِ ادبِ اُردو (جلد اول)، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، 2007ء، ص 703

3۔ ایضاً، ص 703

4۔ ایضاً، ص 704

5۔ ایضاً، ص 699

6۔ گوہر رحمان نوید، خیبر پختونخوا میں اُردو ادب، مضمون پبلی کیشنز، مردان، 2020ء، ص 11

7۔ ایضاً، ص 11

8۔ ایضاً، ص 155

9۔ جمیل جالبی، تاریخِ ادبِ اُردو (جلد اول)، ص 708-707

10۔ گوہر رحمان نوید، خیبر پختونخوا میں اُردو ادب، ص 171

11۔ ایضاً، ص 11

12۔ ایضاً، ص ۲۱۴، بہ حوالہ سرحد میں اُردو تھیٹر، مظہر گیلانی مشمولہ، روزنامہ مشرق، پشاور، جولائی 1984ء

13۔ ایضاً، ص ۲۱۵، بہ حوالہ ادبیاتِ سرحد، فارغ بخاری، نیا مکتبہ، پشاور، 1955ء، ص 767

14۔ ایضاً، 216-215

15۔ ایضاً، ص 155

16۔ ایضاً، ص 171

17۔ ایضاً، ص 280

18۔ ایضاً، ص 269

19۔ ایضاً، ص 296

20۔ ایضاً، ص 296

21۔ ایضاً، ص297

22۔ ایضاً، ص۲۹۷، بہ حوالہ بادشاہ منیر بخاری، صوبہ سرحد میں خاکہ نگاری، مشمولہ پاکستان میں اُردو (تیسری جلد)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2006ء، ص192

23۔ ایضاً، ص297

24۔ ایضاً، ص297

25۔ ایضاً، ص298

26۔ ایضاً، ص298

27۔ ایضاً، ص299

28۔ ایضاً، ص300

29۔ ایضاً، ص301

30۔ ایضاً، ص302

31۔ فارغ بخاری، البم، فنون پبلشرز، لاہور، 1978ء، ص152

32۔ گوہر رحمان نوید، خیبر پختونخوا میں اُردو ادب، ص303

33۔ ڈاکٹر بشیر سیفی، خاکہ نگاری: فن اور تنقید، نذیر سنز پبلشر، اسلام آباد، 1990ء، ص85

34۔ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم، پاکستانی ادب: شناخت کی نصف صدی، ریز پبلی کیشنز، راول پنڈی، 2000ء، ص309

35۔ خاطر غزنوی، اُردو میں خاکہ نگاری، مشمولہ اُردو خاکہ نگاری، شاہد حنائی، اکادمی بازیافت، کراچی، 2015ء، ص254

36۔ ظہور احمد اعوان، سرِّ دلبراں، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، 2003ء، ص9

37۔ گوہر رحمان نوید، خیبر پختونخوا میں اُردو ادب، ص297

38۔ ایضاً، ص298

39۔ خاطر غزنوی، ایک کمرہ، سینڈیکیٹ آف رائٹرز (پاکستان)، پشاور، 2001، ص15

40۔ گوہر رحمان نوید، خیبر پختونخوا میں اُردو ادب، ص311

References in Roman Script:

1. Hafeez Jalandhari, Soz-o-Saz, Majlis-e-Urdu, Lahore, S.N., p. 175
2. Jamil Jalibi, Tareekh e Adab e Urdu, Volume I, Majlis-e-Tarqiq-e-Adab, Lahore, 2007, p. 703
3. Ibid., p. 703
4. Ibid., p. 704
5. Ibid., p. 699
6. Gohar Rehman Naveed, Khyber Pakhtunkhwa me Urdu Adab, Majid Publications, Mardan, 2020, p. 11
7. Ibid., p. 11

8. Ibid.., p. 155
9. Jamil Jalibi, Tareekh e Adab e Urdu, Volume I, p. 707-708
10. Gohar Rehman Naveed, Khyber Pakhtunkhwa me Urdu Adab, p. 171
11. Ibid., p. 11
12. Ibid., p. 214, Bahawala, Sarhad me Urdu Theater, Mazhar Gilani, Mashmoola, Daily Mashriq, Peshawar, July 1984
13. Ibid., p. 215, Bahawala, Adabyat e Sarhad , Farigh Bukhari, Naya Maktaba, Peshawar, 1955, p. 767
14. Ibid., p. 216-215
15. Ibid., p. 155
16. Ibid., p. 171
17. Ibid., p. 280
18. Ibid., p. 269
19. Ibid., p. 296
20. Ibid., p. 296
21. Ibid., p. 297
22. Ibid., p. 297, Bahawala, Badshah Munir Bukhari, Sooba e Sarhad me Khaka Nigari, Mashmoola, Pakistan me Urdu, Volume 3, Islamabad: Muqtadira Qaumi Zaban, 2006, p. 192
23. Ibid., p. 297
24. Ibid., p. 297
25. Ibid., p. 298
26. Ibid., p. 298
27. Ibid., p. 299
28. Ibid., p. 300
29. Ibid., p. 301
30. Ibid., p. 302
31. Farigh Bukhari, Album, Funun Publishers, Lahore, 1978, p. 152
32. Gohar Rehman Naveed, Khyber Pakhtunkhwa me Urdu Adab, p. 303
33. Dr. Bashir Saifi, Khaka Nigari: fan aur Tanqeed, Nazir Sons Publisher, Islamabad, 1990, p. 85
34. Dr. Ghafoor Shah Qasim, Pakistani Adab: Shanakht Ki Nisf Sadi, Reese Publications, Rawalpindi, 2000, p. 309
35. Khatir Ghaznavi, Urdu me Khaka nigari, mashmoola: Urdu Khaka Nigari, Shahid Hanai, Academy Bazyaft, Karachi, 2015, p. 245,
36. Zahoor Ahmed Awan, Sir-e-Dilbaran, Al-Waqar Publications, Lahore, 2003, p. 9
37. Gohar Rehman Naveed, Khyber Pakhtunkhwa me Urdu Adab, p. 297
38. Ibid., p. 298
39. Khater Ghaznavi, A Room, Syndicate of Writers (Pakistan), Peshawar, 2001, p. 15
40. Gohar Rehman Naveed, Khyber Pakhtunkhwa mein Urdu Adab, p. 311